مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

اسلامی بینکاری سے متعلق ''متفقہ'' فتویٰ کیسے وجود میں آیا؟

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد خاتم النبیین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد

اس فتوے کا پس منظر یہ ہے کہ مورخہ ۹ جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ کو میرے پاس حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم کا فون آیا کہ میں اور میرے کچھ رفقاء آپ سے ملنے کے لیے آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ کو زحمت فرمانے کی ضرورت نہیں، میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ بالآخر حضرت مولانا نے اس کو منظور فرما لیا اور منگل کے دن بعد عصر کا وقت طے ہوا۔ اس پر میں نے حضرت سے پوچھا کہ ''حضرت! ملاقات کا موضوع کیا ہے؟'' حضرت نے جواب دیا کہ ''بینکاری کے سلسلے میں کچھ مشورہ ہے۔'' چونکہ میرے علم میں یہ بات آئی تھی کہ بینکاری کے مسائل سے متعلق اس سے پہلے حضرت نے کچھ اجتماعات منعقد کیے ہیں، اس لیے بندہ نے عرض کیا کہ ''پھر اس کام کے لیے کوئی باقاعدہ اجتماع رکھ لیا جائے۔'' حضرت نے فرمایا کہ ''نہیں، آپ ہی سے مشورہ کرنا ہے۔'' ٹیلی فون کی بات یہاں ختم ہو گئی اور میں مقررہ وقت پر حضرت کے پاس جامعہ فاروقیہ حاضر ہوا۔ اس وقت میرے ساتھ مولانا عصمت اللہ صاحب اور مولانا محمد یحییٰ عاصم صاحب بھی تھے۔ وہاں حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کے علاوہ متعدد علماء کرام بھی تشریف فرما تھے جن میں مفتی عبد المجید دین پوری اور مولانا سعید احمد جلال پوری صاحب، مولانا زرولی خان صاحب، مولانا خالد صاحب اور مولانا نجم الحسن صاحب کے نام مجھے اس وقت یاد ہیں۔

حضرت مدظلہم نے رسمی گفتگو کے بعد فرمایا کہ میں نے آپ کے نام اسلامی بینکاری کے سلسلے میں ایک تحریر لکھی ہے جو میں آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں اور اس کی کاپی بھی آپ کو دے دی جائے گی۔ اس پر کوئی مذاکرہ مقصود نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت نے مندرجہ ذیل تحریر سب کے سامنے پڑھ کر سنائی۔

> ''............ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اس اضطراب وتشویش کو دور کرنے کے لیے علماء اور ...... سے وسیع مشاورت کے بعد ایک فتویٰ اسلامی بینک کاری کے عدم جواز کا شائع کیا جائے اور اس کی پورے ملک میں تشہیر کا اہتمام کیا جائے۔ ہم ہرگز تصادم کے خواہاں نہیں۔ ہم تو دل وجان سے آپ کے خیر خواہ ہیں اور آپ کا احترام کرتے ہیں۔ امت کو ربا کی لعنت سے بچانے کے لیے اپنا شرعی فرض ادا کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اس

میں ذرا بھی تردد نہیں کہ کہ اس فرض کی ادائیگی ہم پر لازم اور ضروری ہے اور اب تک جو کوتاہی ہم سے ہوئی، اس پر استغفار کرتے ہیں۔ آپ کے لیے بھی دنیا وآخرت کی فلاح کا واضح تقاضا ہے کہ ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں اور غلط کار اور مفادات کے اسیر مشورہ دینے والوں سے اپنے آپ کو بچائیں۔ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ (ق ۳۷)

سلیم اللہ خان

۱۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ

۱۷ جون ۲۰۰۸ء

یہ تحریر سنانے کے بعد حضرت نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔ سب حضرات نے دعا کی۔ دعا کے بعد میں نے عرض کیا کہ ''حضرت! کیا مجھے کچھ عرض کرنے کی اجازت ہے؟'' اس پر حضرت یہ کہہ کر اٹھنے لگے کہ ''مجھے ایئرپورٹ جانا ہے۔'' میں نے عرض کیا کہ ''حضرت! آپ نے مشورے کے لیے بلایا تھا، اس لیے بہت اختصار کے ساتھ مجھے کچھ عرض کرنے کی اجازت دیجیے۔'' اس پر حضرت چند لمحوں کے لیے بیٹھ گئے اور میں نے کچھ عرض کرنا شروع کیا، لیکن ابھی چند جملے ہی بول پایا تھا کہ حضرت دوبارہ اٹھ گئے اور فرمایا کہ ''مجھے تو ایئرپورٹ جانا ہے۔''............

جس انداز سے وہ تحریر بندہ کو سنائی گئی اور میری بات سننے سے انکار کیا گیا، اس پر بندہ کو حیرت بھی تھی اور افسوس بھی، چنانچہ میں نے حضرت کے نام مندرجہ ذیل خط لکھا۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بگرامی خدمت مخدومی ومکرمی حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہفتہ ۹/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ کو آنجناب نے بندہ کو ٹیلی فون پر یاد فرمایا اور بندہ کے استفسار پر آنجناب نے بتایا کہ بینکاری کے سلسلے میں کچھ مشورہ کرنا ہے جس میں کچھ ساتھی اور بھی ہوں گے اور اس کے لیے اتوار اور پیر کے بعد کوئی دن مقرر کر لیا جائے۔ چنانچہ بندہ نے منگل ۲۱ جمادی الثانیہ کو عصر کے وقت آنجناب کی خدمت میں حاضری طے کر لی اور اس کے مطابق بندہ جامعہ فاروقیہ حاضر ہوا جہاں شہر کے کچھ دوسرے علماء بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ خیال تھا کہ بینکاری سے متعلق شرعی مسائل کے بارے میں کوئی مشورہ ہوگا، لیکن آنجناب نے فرمایا کہ کوئی مذاکرہ مقصود نہیں ہے بلکہ ایک تحریر پڑھ کر سنائی جو بندہ کے نام تھی اور اس کا ایک نسخہ بندہ کو بھی عطا فرمایا اور اس کے فوراً بعد دعا کرا کر فرمایا کہ مجھے ہوائی اڈے جانا ہے۔ چونکہ یہ تحریر بندہ کے نام تھی اور اس میں غیر سودی بنکاری کی کسی معین غلطی کی نشان دہی کے بغیر یہ فرمایا گیا تھا کہ ''اسلامی بینکاری کا نظام جاری کرنے میں آپ سے غلطی ہوئی ہے'' اور آخر میں سورۂ جاثیہ کی ایک آیت کریمہ کے حوالے سے بظاہر یہی مفہوم ہوتا تھا کہ مجھ سے یہ غلطی خواہش پرستی کی وجہ سے ہوئی ہے، اس لیے یہ تحریر سننے کے بعد بندہ نے

آنجناب سے کچھ عرض کرنے کی درخواست کی جس پر آنجناب نے کچھ عرض کرنے کی اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ مجھے ایئرپورٹ جانا ہے۔ بندہ نے اختصار ہی کے ساتھ کچھ عرض کرنے کی درخواست کی اور کچھ جملے بولنے شروع کیے تو اس پر بھی آنجناب نے اجازت نہیں دی اور اٹھ کر تشریف لے گئے۔

بندہ آنجناب کا شاگرد اور نیاز مند ہے اور نہ جانے کتنے مسائل میں آنجناب سے استفادے اور مشورے کا رابطہ ہمیشہ رہتا ہے، لیکن بینکاری کے حوالے سے آنجناب نے اس سے قبل کبھی نہ کسی اضطراب کا اظہار فرمایا، نہ اس موضوع پر کبھی کوئی بات کی، نہ بندہ کا موقف معلوم فرمایا۔ بینکاری کے حوالے سے آنجناب سے کسی قسم کی کوئی بات کرنے کا یہ پہلا موقع تھا جسے آنجناب نے ہی مشورے کا عنوان دیا تھا، لیکن بندہ کی کوئی بات سنے بغیر یہ یکطرفہ تحریر سنا کر بندہ کو کچھ عرض کرنے کا موقع ہی نہ دینا ایسا معاملہ ہے جس کی کوئی توجیہ بندے کی سمجھ میں نہیں آ رہی۔ اگر اس وقت سفر پر تشریف لے جانا طے تھا تو اس ملاقات کے لیے اس وقت کے بجائے کوئی اور وقت بآسانی رکھا جا سکتا تھا۔ بندہ خطاؤں کا پتلا ہے اور اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی پر ہی گزارہ ہو رہا ہے۔ نہ جانے کتنی غلطیاں بندے سے سرزد ہوتی ہیں۔ آنجناب تو بندے کے استاذ ہیں۔ جو لوگ ضابطے میں بندے سے چھوٹے سمجھے جاتے ہیں، ان کی طرف سے بھی اگر کسی غلطی کی نشان دہی ہوتی ہے، بندہ تو اس پر بھی ممنون ہو کر غور کرتا ہے اور غلطی واضح ہونے پر اس کا اعلان واعتراف شائع بھی کرتا رہا ہے۔ لہٰذا غیر سودی بینکاری کے سلسلے میں بندے سے جو غلطی ہوئی ہے، کیا یہ ضروری نہیں تھا کہ اس کی متعین نشان دہی کے بعد بندے کا موقف بھی ٹھنڈے دل کے ساتھ سن لیا جاتا؟............

آنجناب نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے چاہیے تھا کہ جن حضرات کو اس معاملے میں تشویش تھی، ان کو مطمئن کرتا۔ بندے کی گزارش یہ ہے کہ اپنی دانست اور بساط کے مطابق بندہ تحریر وتقریر اور انفرادی سوالات کے جوابات میں صورت حال کی وضاحت کرتا رہا ہے۔ کم از کم تین کتابیں اس موضوع پر لکھی ہیں اور تین مرتبہ علماء کرام کے سامنے یہ مسائل پیش کرنے کے لیے دار العلوم میں مفصل کورس منعقد کیے ہیں جن میں دار العلوم سے باہر کے علماء کرام کو بھی دعوت دی گئی اور کراچی وبیرون کراچی سے متعدد معروف مدارس کے اساتذہ اور علماء حضرات نے شرکت بھی فرمائی۔ نیز مختلف دورانیوں کے مسلسل کورسوں کا سلسلہ تا حال جاری ہے جس میں معروف مدارس کے علماء بھی شریک ہوتے ہیں۔ جن حضرات کو تشویش تھی، وہ اگر اپنی تشویش سے بندے کو مطلع فرماتے اور اس پر فقہی انداز میں گفتگو ہو جاتی تو اگر میری غلطی ثابت ہوتی تو میں اس سے رجوع کر لیتا اور اگر ان کو غلط فہمی ہوتی تو وہ دور ہو جاتی۔............

آنجناب نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ''ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اس اضطراب اور تشویش کو دور کرنے کے لیے علماء اور...... سے وسیع مشاورت کے بعد ایک فتویٰ اسلامی بینکاری کے عدم جواز کا شائع کیا جائے اور اس کی پورے ملک میں تشہیر کا اہتمام کیا جائے۔'' ...... جب آنجناب نے یہ فیصلہ فرما لیا ہے کہ فتویٰ عدم جواز ہی کا

ہوگا تو پھر ''مشاورت'' کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔...........''

یہ خط دے کر میں نے مولانا عصمت اللہ صاحب اور مولانا محمد یحییٰ عاصم صاحبان کو بھیجا تا کہ وہ دوستی طور پر حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم کو پہنچا دیں۔ یہ حضرات گئے تو حضرت مولانا آرام فرما رہے تھے۔ اس لیے انھوں نے حضرت کے صاحبزادہ جناب مولانا عادل خان صاحب کو خط پہنچا دیا۔

اسی شام عصر کی اذان کے وقت مجھے اطلاع ملی کہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب بذات خود دار العلوم تشریف لے آئے ہیں اور مسجد میں ہیں۔ میں مسجد پہنچا تو نماز کے بعد حضرت نے فرمایا کہ آپ سے تنہائی میں کچھ بات کرنی ہے، چنانچہ ہم برادر معظم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ کے مکان پر چلے گئے۔ وہاں اس وقت حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ، ان کے صاحبزادے جناب مولانا خالد صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، میں اور میرے بیٹے مولوی حسان اشرف سلمہ موجود تھے۔ بعد میں مولانا زبیر اشرف صاحب اور مولانا عمران اشرف صاحب آ کر گفتگو میں شامل ہو گئے تھے۔

ابتدائی گفتگو کے بعد حضرت نے فرمایا کہ ''اچھا یہ بتاؤ کہ اسلامی بینکاری ممکن بھی ہے یا نہیں؟'' میں نے عرض کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰو تو یقیناً یہ ممکن ہے کہ ربا کے بغیر بیع اور تجارت کی جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ جب سارے بینکوں پر اسٹیٹ بینک کی حکمرانی ہے اور وہ اسٹیٹ بینک کے پابند ہیں جو سود کی بنیاد پر چل رہا ہے تو پھر کوئی بینک غیر سودی کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت! پاکستان میں غیر سودی بینکوں کے لیے اسٹیٹ بینک میں الگ شعبہ قائم ہے، غیر سودی بینکوں کے لیے الگ قواعد وضوابط ہیں، اس لیے اسٹیٹ بینک کے تحت کوئی غیر سودی بینک سودی معاملہ کرنے پر مجبور نہیں ہے۔ حضرت نے یہ سن کر حیرت کا اظہار فرمایا کہ پہلے ہمیں یہ بات معلوم نہیں تھی۔ پھر اب تک پاکستان یا بیرون پاکستان اس سلسلے میں جو کوششیں ہوئی ہیں، ہم نے مختصراً ان کا تذکرہ کیا تو حضرت نے فرمایا کہ الحمد للہ، یہ نشست بہت مفید ہوئی اور بعض باتیں ایسی علم میں آئیں جن کا ہمیں پہلے علم نہیں تھا اور جنھیں معلوم کر کے فی الجملہ تسلی ہوئی، البتہ اہل علم کو فقہی اعتبار سے جو اشکالات ہیں، ان کا معاملہ ابھی باقی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ''بیشک جو اشکالات ہیں، وہ سامنے آ جائیں۔ اگر ہماری کوئی غلطی ثابت ہوگی تو ان شاء اللہ اس سے رجوع کر لیں گے اور اگر دوسری جانب کوئی غلط فہمی ہوگی تو وہ دور ہو جائے گی۔ اس کے لیے کوئی اہل فتویٰ کا اجتماع کر لینا مناسب ہوگا۔'' حضرت نے فرمایا کہ ''اس وقت بعض حضرات سفر پر ہیں۔ ان شاء اللہ ان کے آنے پر بعد میں آپ سے رابطہ کروں گا۔'' میں نے عرض کیا کہ ''آپ کی تحریر سے یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ آپ یا کچھ دوسرے حضرات یک طرفہ طور پر ایک ذہن بنا چکے ہیں، لہٰذا ایسا نہ ہو کہ وہ اجتماع افہام وتفہیم کے بجائے بحث ومناظرہ میں تبدیل ہو جائے۔'' حضرت نے فرمایا کہ ''اصل معاملہ تو ہمارے آپ کے درمیان تھا۔ جب وہ بات نہ رہی تو اب اس کا اندیشہ نہ کیا جائے اور اس اجتماع کے لیے آپ جہاں کہیں گے، وہاں اجتماع رکھ لیا جائے گا اور آپ خود ہی اس کے لیے ضابطہ اخلاق مرتب کر لیں۔'' حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ ''اس میں اہل فتویٰ علماء کو